نقد حدیث
(ضرورت و ماہیت : ایک تاریخی، تحقیقی، تنقیدی جائزہ)

ڈاکٹر خالد ظفر اللہ☆

نقد حدیث سے مراد حدیث نبوی پیش آمدہ عبارت کے اصلیت و قطعیت کے لحاظ سے جانچ پڑ تال کرنا کہ رسول اللہ ﷺ سے نسبت ہے یا نہیں۔ نیز یہ بات شان نبوت اور تعلیمات اسلام کے مطابق ہے یا نہیں؟ تاکہ شرح صدر سے مقبول ٹھرا کر عمل پیرا ہوا جائے یا ایمان و عمل کی سلامتی کی خاطر مردود گرادنتے ہوئے بالکل لائق التفات نہ سمجھا جائے۔

درج ذیل تین لحاظ سے نقد حدیث کا مطالعہ کیا جاسکتا ہے۔

۱۔ نقد بلحاظ ہیئت حدیث
۲۔ نقد بلحاظ تعداد رواۃ حدیث
۳۔ نقد بلحاظ نفس مضمون

۱۔ نقد حدیث بلحاظ ہیئت حدیث

ہیئت حدیث سے مراد حدیث نبوی کی ظاہری شکل ہے جو کہ سند اور متن پر مشتمل ہوتی ہے۔ ''سند پر نقد خارجی نقد اور متن پر نقد، داخلی نقد''(۱) کہلاتا ہے۔

۱۔ خارجی نقد (External Criticism)

خارجی نقد میں درج دو پہلو زیر بحث لائے جاتے ہیں۔

(۱) حدیث اگر بطور وجادہ (۲) نقل کی جارہی ہے تو یہ حدیث جس تحریر، صحیفہ، کتاب یا مجموعہ سے نقل ہو رہی ہے مصنف سے اس کی نسبت کا یقینی ہونا معلوم کیا جاتا ہے

اگر صاحب کتاب کی نوک قلم سے نکلی ہوئی تحریر مل جائے یا شاگردوں کی تحریر پر استاد کی تصدیقی مہر ثبت ہو یا پائے جانے والے قدیم نسخوں کی باہمی تقابل کے بعد یکساں ثابت ہوا تو پھر یہ نسبت یقینی درجے کو پہنچ جاتی ہے۔ اور اس حدیث کی سند کو پرکھنا ایک مفید مطلب ہو سکتا ہے۔ ورنہ کتاب کی نسبت یقینی نہ ہونے پر اسی منقول حدیث کی سند کی پڑتال یعنی خارجی نقد کار عبث ہوگا۔

(۱۱) سند حدیث میں پائے جانے والے رواۃ کی دینداری کے حوالے سے عدالت، حفظ و ضبط کے اعتبار

☆اسسٹنٹ پروفیسر گورنمنٹ کالج سندری

سے ثقاہت اور اتصال سند کو زیر بحث لایا جاتا ہے۔ اگر کسی قسم کا ضعف ثابت نہ ہو تو سند قابل اعتبار ورنہ ضعف کی بناء پر مردود ٹھہرتی ہے۔

(ب) داخلی نقد (Internal Criticism)

داخلی نقد میں ایجابی و سلبی ہر لحاظ سے عقلی و نقلی معیاروں پر متن حدیث کو پرکھا جاتا ہے۔ اگر ان معیاروں پر متن حدیث پورا اترے تو مقبول ورنہ مردود ٹھہرے گا۔ نقد حدیث کا یہ اندازہ بھی محدثین کے ہاں قدیم سے پایا جاتا ہے۔ داخلی نقد کی بات دور حاضر کے مجددین و منکرین حدیث کی پیش کردہ کوئی نئی علمی دریافت نہیں ہے۔ داخلی نقد کا تاریخی تسلسل پیش کرنا مقالہ ہذا کی غرض و غایت ہے۔

۲۔ نقد بلحاظ تعداد رواۃ حدیث

رواۃ حدیث کی قلت و کثرت کے لحاظ سے حدیث کی دو بڑی اقسام بیان کی جاتی ہیں۔

ا۔ اگر راویان حدیث کی ایسی کثرت ہو جن کا عقلاً جھوٹ پر اجتماع محال ہو تو ایسی حدیث ''حدیث متواتر'' کہلاتی ہے۔ اور کثرت رواۃ کے کذب و خطاء کے احتمال سے مبرا ہونے کی بناء پر حدیث متواتر بالاتر از تنقید ٹھرائی جاتی ہے۔

(ب) اگر راویان حدیث کی تعداد محدود ہو اور عقلاً یا عادتاً ان کا جھوٹ پر اتفاق ممکن ہو تو ایسی حدیث ''خبر واحد'' خبر واحد سنداً یا متناً نقد حدیث کا ہدف ٹھہرتی ہے۔

۳۔ نقد بیان بلحاظ نفس مضمون

زیر بحث متن حدیث کو نبوی یا وضعی ہونے کے حوالے سے پرکھنا اور اس کے لئے سند و متن کے حوالے سے محدثین کی بیان کردہ فنی اصولی بحثوں میں پڑے بغیر بعض ایسے عقلی و روایتی معیاروں پر پرکھنا جن سے ثابت ہو کہ آیا یہ متن واقعتاً حدیث رسول ﷺ ہو سکتا ہے یا نہیں ؟ یہ نقد اوپر ذکر کردہ داخلی نقد ہی کی ایک شکل ہے۔ جس کے ساتھ خارجی نقد کا سلسلہ زیر بحث نہیں لایا جاتا۔

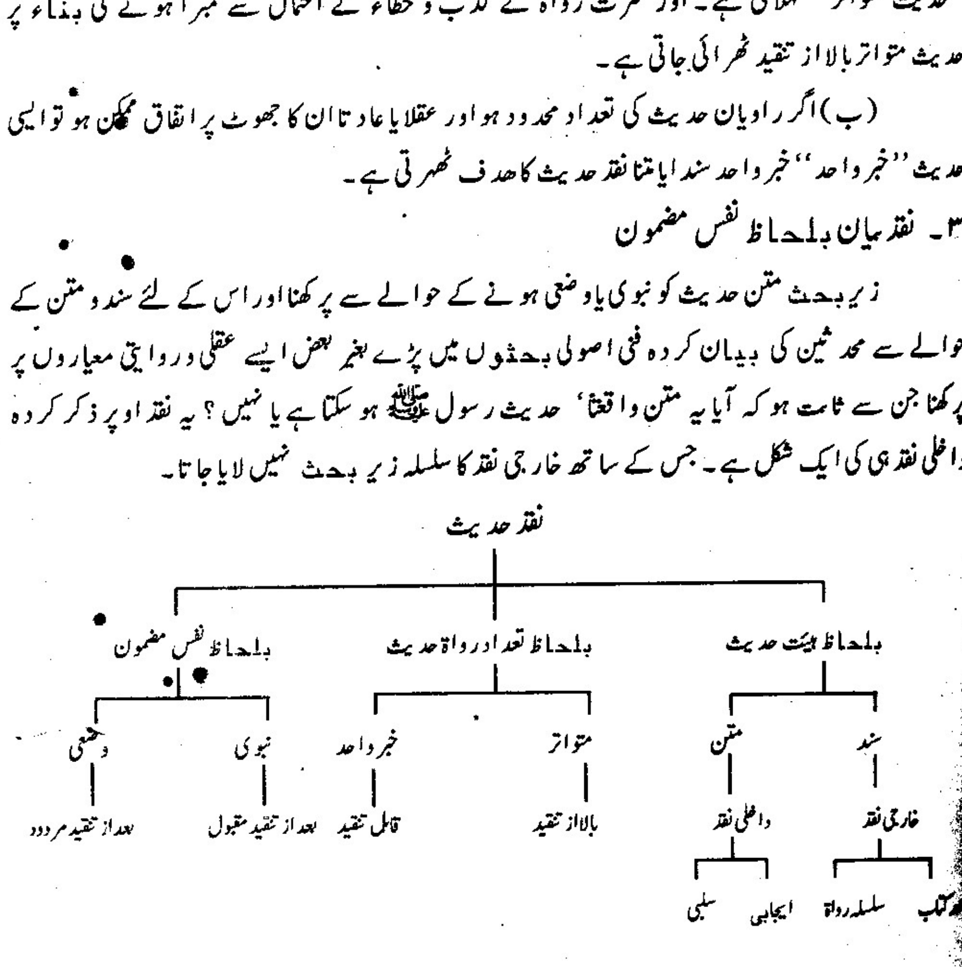

انتہائی باریک بینی اور دور اندیشی پر علوم الحدیث کا کثیر الانواع، مگر منظم و مرتب فن ایجاد کیا گیا ہے، در حقیقت یہ محدثین عظام حدیث کے لئے قائم کردہ اصول و ضوابط ہیں۔ علوم الحدیث کی سینکڑوں سے متجاوز انواع کا علم، ہزاروں متجاوز رواۃ حدیث کے احوال سے واقفیت، بے شمار کتب حدیث میں موجود متفرق متون حدیث پر گرفت رکھنے والے محدثین اپنے اپنے ادوار میں سند و متن حدیث پر نقد کر کے اس کے متعلق فیصلہ کر پاتے کہ آیا یہ واقعی حدیث نبوی ہے یا نہیں؟

آج ایسے قابل احترام وذی شان محدثین تقریباً "النادر کالمعدوم" کے درجہ میں ہیں۔ لیکن ہر مسلمان کی زندگی کے ہر موڑ پر حدیث نبوی سے تعلق ضرور رہتا ہے۔ اس لئے بطور حدیث نبوی سامنے آنے والے عبارت کی حقیقت و حقانیت کے بارے میں قلبی اطمینان کا اولین ولہہ میں ضرور خواہاں ہوتا ہے۔ خالص محدثانہ فنی بحثیں عوام کیا خواص کی بس کی بات نہیں (الا ماشاء اللہ) کیونکہ حصول علم حدیث میں کمی اور عمل میں کجی ظاہر و باہر ہے۔ اور یہ شکوہ آج کی بات نہیں، امام صغانی (۶۵۰ھ / ۱۲۵۲ء) بھی اپنے دور میں یہی گلہ کرتے نظر آتے ہیں۔ (۳)

حدیث نبوی کے بارے میں قدیم و جدید ہر دور کے مسلمان کی یہ خواہش ضرور رہی ہے کہ اس کے پاس چند ایسے درایتی معیار ہوں جن کی مدد سے سند و متن کی اصولی و فنی بحثوں میں پڑے بغیر حدیث کے بارے صحت و ضعف یا وضع کا فیصلہ کرنا ممکن ہو۔

امام ابن قیم (۷۵۱ھ / ۱۳۵۰ء) سے جب اس نوعیت کا سوال ہوا کہ آیا نقد سند کے بغیر محض متن پر غور فکر سے حدیث نبوی کی پہچان ممکن ہے؟ تو آپ نے نہ صرف ہاں میں جواب دیا بلکہ "المنار المنیف" نامی کتاب میں پچاس کے قریب درایتی معیاروں کی نشاندہی فرمادی۔ ان سے پہلے امام صغانی (۶۵۰ھ / ۱۲۵۲ء) اپنی "موضوعات" (۵) میں اور ان سے متقدم امام ابن جوزی (۵۹۷ھ / ۱۲۰۰ء) "موضوعات" (۶) میں ان کے پیشتر و جوزقانی (۵۴۳ھ / ۱۱۴۸ء) نے "کتاب الاباطیل والمناکیر" (۷) میں درایتی معیاروں پر نقد حدیث کی راہ اختیار کر چکے ہیں۔ عقلی و درایتی معیاروں پر نقد حدیث کا سلسلہ صحابہ کرام تک جا پہنچا ہے۔ صحابہ نہ صرف آپس میں بلکہ تحقیق و تصدیق حدیث کے لئے رسول ﷺ سے بھی پوچھا کرتے تھے۔ (۸) گویا کہ اس قسم کی خواہش یا کوشش نئی نہیں ہے اور نہ ہی حدیث نبوی سے انکار و فرار (اعاذنا اللہ منہ)

امت مسلمہ کا قابل فخر محسنین یعنی محدثین درایتی معیاروں کو صحت حدیث کی پرکھ کے لئے قدیم سے استعمال کرتے ہوئے نظر آتے ہیں۔ کیونکہ ان کے خیال میں صحیح حدیث نبوی پر ایک نور ہوتا ہے جسے نور نبوت کا عرفان رکھنے والا فوراً پہچان لیتا ہے کہ حدیث نبوی ہے۔ اور وضعی روایت پر ایک ظلمت چھائی

ہوتی ہے۔اس تاریکی کی بناء پر ایسی عبارت کو نبی علیہ الصلوۃ السلام کے نام پر جھوٹ قرار دیا جا سکتا ہے۔

ثقہ تابعی ربیع بن خثیم(۶۳ھ / ۶۸۲ء) فرماتے ہیں'' ان من الحدیث حدیثا له ضوء كضوء النهار نعرفه به وان من الحدیث حدیثا له ظلمة كظلمة الليل نعرفه بها''(۹) یعنی (حدیث نبوی میں) دن جیسی تابانی و درخشانی پائی جاتی ہے۔جس کو آدمی پہچان لیتا ہے۔ بخلاف ازیں(حدیث موضوع میں) ظلمت شب جیسی ظلمت ہوتی ہے جو کسی سے پوشیدہ نہیں رہتی۔

خطیب بغدادی (۴۶۳ھ / ۱۰۷۰ء) منافی عقل روایات کی قبولیت سے انکاری ہیں اور ''الکفایہ'' میں لکھتے ہیں'' ولا يقبل خبر الواحد فی منافاة حكم العقل''(۱۰) اور ''تاریخ بغداد'' میں حضرت ابو بکر صدیق ؓ کی فضیلت میں حدیث نقل کرنے کے بعد یوں دیتے ہیں ''لا يثبت هذا الحديث' رجال اسناده كلهم ثقات''(۱۱) یعنی اس سند کے سارے راوی ثقہ ہیں لیکن (پھر بھی) یہ حدیث ثابت نہیں۔ آپ ثقہ راویوں کی سند پر روایت کی صحت کو موقوف نہیں ٹھراتے گویا کچھ اور عقلی و درایتی معیاروں کا بھی لحاظ کرتے ہیں۔

ابن عساکر (۵۷۱ھ / ۱۱۷۵ء) کے ہاں یہ فکریوں کار فرما ہے کہ وضاع کے' ساتھ منسلک کردہ صحیح سند کی بناء اس روایت کو قبول کرنے کے لئے تیار نہیں ہیں۔یہاں متن کا درایتی طور پر قابل قبول نہ ہونا عیاں ہے۔جس بناء پر ابن عساکر کا رد عمل ظاہر و باہر ہے۔

'' الحسن بن عبدالوحد القزوینی.....عن انس قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم خلق الورد الاحمر من عرق جبرئيل ليلة المعراج و خلق الورد الابيض من عرقيی و خلق الورد الاصفر من عرق البرق.....وهذا حديث موضوع و ضعه من لا علم له وركبه على هذا الاسناد الصحيح''(۱۲)

ان جوزی (۵۹۷ھ / ۱۲۰۰ء) جو درایتی فکر کے علمبردار ہیں' بڑی وضاحت سے لکھتے ہیں ''الاترى انه لو اجتمع خلق من الثقات فا خبروا ان الجمل قد دخل فی سم الخياط نفعتنا ثقتهم ولا اثرت فی خبرهم' لا نهم اخبروا بمستحيل، فكل حديث رايته يخالف المعقول' اوينا قض الاصول' فاعلم انه موضوع فلا تتكلف اعتباره

واعلم انه يجئى فی كتابنا هذا من الاحاديث مالا يشك فی وضعيه' غير انه لا يتعين لنا الواضع من الرواة'وقد يتفق رجال الحديث كلهم ثقاة والحديث موضوع.......''(۱۳)

یعنی ثقہ رواۃ بھی اگر خلاف عقل یا مناقض اصول کوئی روایت بیان کریں مثلاً اونٹ کا سوئی کے سوراخ میں داخل ہو جانا' تو وہ موضوع ہی ٹھہرے گی۔ ان کی ثقاہت کا کوئی اعتبار نہیں کیا جائے گا۔ علاوہ ازیں ایک بڑا جامع درایتی معیار یوں بیان کرتے ہیں کہ ''ان الحدیث المنکر یقشعر له جلد الطالب العلم منه [وینفر] قلبه فی الغالب.....(۱۴) ناقابل قبول حدیث سے طالب حدیث کی جلد پر لرزہ طاری ہو جاتا ہے' اور دل زیادہ تر اس سے نفرت ہی کرتا ہے۔

علمائے اصول حدیث کے نامور نمائندہ امام بن الصلاح (۶۴۳ھ / ۱۲۴۵ء) نے اس فکر کو اصولی طور پر تسلیم کرتے ہوئے اپنی کتاب میں جگہ دی ہے ''فقد یفھمون الوضع من قرینة حال الراوی او المروی' فقد وضعت احادیث طویلة یشھد بو ضعه رکاکة الفاظھاو معانیھا''(۱۵) کہ لفظی و معنوی رکاکت احادیث کے موضوع ہونے کی گواہی دیتی ہے اور اس رکاکت کا جاننا درایتی معیاروں سے ہی وابستہ ہے۔

ابن دقیق العید (۷۰۲ھ / ۱۳۰۲ء) درایتی ملکہ کے یوں اقراری ہیں'' واھل الحدیث کثیراً ما یحکمون بذلك اعتبار امور ترجع الی المروی و الفاظ الحدیث و حاصله یرجع الی انه حصلت لھم لکثرة محاولة الفاظ الرسول ﷺ ومالا یجوزان یکون من الفاظه''(۱۶)

اکثر مواقع پر حدیث کے موضوع ہونے کا فیصلہ ان امور کی بناء پر کیا جاتا ہے جو کہ روایت شدہ الفاظ حدیث سے متعلق ہیں۔ یعنی سند کی بجائے متن کو زیر بحث لا کر فیصلہ دینے کی فکر بکثرت کارفرما نظر آتی ہے۔

امام ذہبی (۷۴۸ھ / ۱۳۴۷ء) کے بعض فیصلوں میں فکر نمایاں نظر آتی ہے۔ کیونکہ پاکیزگی سند کے باوجود حدیث کے بارے میں مطمئن نظر نہیں آتے اور کہتے ہیں ''وھو مع نظافة سنده منکر جدا فی نفسی منه شیئی''(۱۷)

اور کبھی ''رواته ثقات و نکارته بینة''(۱۸) کی شکل میں ثقہ راویوں پر مشتمل سند والے متن کو قبول نہیں کرتے ہیں۔

امام ابن قیم (۷۵۱ھ / ۱۳۵۰ء) نے نقد حدیث کی اس مہارت کا ذکر یوں کیا ہے۔ ''انما یعلم ذلك من تضلع فی معرفة السنن الصحیحة' واختلطت بلحمه و دمه وصارله ملکة و صارله اختصاص شدید بمعرفةالسنن والا ثار' و معرفة سیرة الرسول ﷺ و ھدیه فیما یا مربه وینھی عنه و یخبر عنه و یدعو الیه ویحبه

ویکرهه ویشرعه لامة بحیث کانه مخالط له علیه الصلاة و السلام کو احد من اصحابه الکرام' فمثل هذا یعرف من احواله و هدیه وکلامه وما یجوزان یخبر به' ومالا یجوز یعرفه غیره''(۱۹)

ایسا شخص ان کو پہچان سکتا ہے جو سنن صحیحہ سے خوب واقف ہو۔ گویا وہ اس کے گوشت پوست میں داخل ہو چکی ہوں اور معرفت سنن میں اسے خصوصیات حاصل ہو چکی ہو۔ اور رسول اللہ ﷺ کی سیرت اور آپؐ کے اخلاق سے وہ پورا واقف ہو اور جانتا ہو کہ آپؐ کیا حکم دیتے ہیں اور کس بات سے روکتے ہیں اور آنحضرت ﷺ کے حالات سے اسے شدید تعلق ہو چکا ہو کہ گویا اسے صحابہ کرام رضوان اللہ اجمعین کی طرح آپ ﷺ سے مخالطت حاصل ہو چکی ہو تو ایسا شخص آپ ﷺ کے احوال اور اوامر ونواہی کی خوب پہچان کر سکتا ہے۔

اس ملکہ کی بناء پر اس کتب میں احادیث پر حکم لگاتے ہیں مثلاً من عشق فعف فمات فهو شهید'' روایت نقل کرنے کے بعد ''زادالمعاد'' میں لکھتے ہیں ''فلوکان اسناد هذا الحدیث کالشمس کان غلطاو وهما'' لکھتے ہیں۔ ''هذا الحدیث لا یصح عن رسول الله ﷺ ولا یجوزان یکون من کلامه''(۲۰) اور ''روضة المجبین'' میں اسی حدیث کے بارے میں کہتے ہیں۔ ''وهذا حدیث باطل علی رسول الله ﷺ قطعا لا یشبه کلامه''(۲۱)

ابن ملقن (۸۰۴ھ / ۱۴۰۱ء) بھی داخلی نقد کی مہارت کے اقراری ہیں '' ثم نهضت الجهابذه بکشف عوارها' و محو عا' ولله الحمد' (وجعل لهم ملکة یعرفون بها ذلک' کما سئل بعضهم! کیف تعرفون ان الشیخ کذاب؟ فقال اذاروی، لاتأکلو القرعة تذبحو ها' علمت انه کذب)''(۲۲)

امام بلقینی (۸۰۵ھ / ۱۴۰۳ء) داخلی نقد کی صلاحیت کو بڑی عملی عمدہ مثال سے سمجھتے ہیں ''ان انسانا لوخدم انساناً سنین' و عرف ما یحب وما یکره' فجاء انسان ادعی انه یکره شیئا یعلم ذلک انه یحبه' فبمجرد سماعه الی تکذیب من قال انه یکرهه''(۲۳)

ابوالحسن علی الحنبلی (۸۳۷ھ / ۱۴۳۳ء) (۲۴) کے حوالے سے یہ بصیرت یوں نقل کی گئی ہے۔

'' قال ابولحسن علی بن عروة الحنبلی فی ''الکواکب'':(۲۵)

فصل: القلب اذا کان نظیفاً زاکیاً' کان له تمییز بین الحق و الباطل' والصدق و الکذب' والهدی والضلال' ولا سیما اذا کان قد حصل له اضأة و ذوق من النور النبوی' فانه حینئذ تظهر له خبأیا

الامور' ودسائس الاشیاء' والصحیح من السقیم ولو رکب علی متن الفاظ موضوعۃ علی الرسول اسناد صحیح او علی متن صحیح اسناد ضعیف لمیز ذلک و عرفہ وذاق طعمہ میز بین غثہ و سمینہ و صحیحہ و سقیمہ فان الفاظ الرسول لا تخفی علی عقل ذاقھا' ولھذا قال النبیﷺ اتقوافراسۃ المؤ من' فانہ ینظر بنور اللہ''(۲۶)

امام سخاوی (۹۰۲ھ / ۱۴۹۶ء) نے ابن دقیق العید کی عبارت بعینہ نقل کر کے ثابت کر دیا ہے کہ وہ بھی اس فکر کے قائل ہیں (۲۷)

امام سیوطی (۹۱۱ھ / ۱۵۰۵ء) بھی رقم طراز ہیں کہ صحیح سند کے باوجود حدیث ضعیف یا نکمی ہو سکتی ہے۔ صحیح سند کے باوجود حدیث کو باعث تنقید ٹھہرانا داخلی نقد کی سوچ کا ہی نتیجہ ہے۔ ان کے الفاظ ہیں '' وکثیر اما یکون الحدیث ضعیفا او واھیا والا سناد صحیح مرکب علیہ''(۲۸)

ابن عراق الکنانی (۹۶۳ھ / ۱۵۵۶ء) کے ہاں یہ فکر ''تنزیہ الشریعۃ'' میں درج ذیل الفاظ میں دیکھی جا سکی ہے۔ ''ومنھا قرینۃ فی المروی لمخالفتہ لمقتضی العقل بحیث لا تقبل التاویل ویلتحق بہ ما یدفعہ الحسن و المشاھدۃ او العادۃ''(۲۹)

علامہ عبدالحی لکھنوی (۱۳۰۴ھ / ۱۸۸۶ء) کے ہاں عقلی معیار پر احادیث کو پرکھنا اور اس معیار پر پوری نہ اترنے والی احادیث کو رد کرنے کی فکر موجود ہے اور اپنی تائید میں ابن جوزی کا قول نقل کرتے ہیں۔ ''لا یجوزان یرد الشرع بما ینافی مقتضی العقل' ولذا قال ابن الجوزی: کل حدیث رایتہ تخالفہ العقول.....(۳۰)

علامہ قاسمی (۱۳۳۲ھ / ۱۹۱۴ء) پاکیزہ دل کے لئے داخلی نقد کے صاحب ملکہ ہونے کے علاوہ فرماتے ہیں کلام رسول میں جلالت اور شوکت ہے جو دوسرے لوگوں کو نصیب نہیں '' کلام الرسولﷺ علیہ الجلالۃ' وفیہ فحولۃ لیست لغیرہ من الناس''(۳۱)

داخلی نقد کے لئے بنیادی معیاری فرق کو مزید واضح کرتے ہیں کہ ''وقد فرق اللہ بین الحق والباطل باھل النور والایمان والنقد العارفین بالنقل' والذائقین کلام الرسول بالعقل''(۳۲)

''المغنی عن الحفظ والکتاب'' کے مقدمہ میں محمد خضر التونسی نے داخلی نقد حدیث کے لئے محدثین کی توثیق یوں کی ہے۔'' لم یقف العلماء عند نقد الحدیث من

حیث سندہ' بل تعدواالی النظر فی متنہ' فقضوا علی کثیر من الاحادیث با لوضع' وان کان سندہ سالما اذا وجدوافی متونہا عللا تقضی بعدم قبولہا''(۳۳)

صدیوں پر محیط تاریخی علوم حدیث میں سے صدی وار چند ایک حوالہ جات داخلی نقد حدیث کی فکر کا تاریخی تسلسل ثابت کرنے کے لئے کافی ہیں۔ نیز اس سے محدثین پر مبنی بر جہالت اعتراض کا رد بھی عیاں ہوتا ہے کہ محدثین کے ہاں عقل و درایتی معیار نہیں پائے جاتے ''انہوں نے زیادہ زور سند کی چھان بین پر رکھا ہے۔ متن حدیث کی طرف توجہ نہیں دی ہے''(۳۴) روایت حدیث میں محدثین نے عقل کو ذرا سا بھی روا نہیں رکھا۔ بس نقل پہ نقل بلکہ مکھی پہ مکھی مارتے چلے گئے ہیں۔ حالانکہ یہ عقل محدثین کا ہی کمال ہے کہ حدیث نبوی کے نام پر سامنے والے اصلی ہیرے جواہرات اور وضعی خزف ریزوں کو داخلی معیار کے کڑے اصولوں پر پرکھ کر دودھ کا دودھ اور پانی کا پانی کر دیا۔ اور آج حدیث نبوی کے نام پر ایک جھوٹی یا مشکوک بات ایسی نہیں جس کی آپ کی طرف نسبت کی اصلیت کھول کر سامنے نہ رکھی جا چکی ہو جھوٹ کے لئے کتب موضوع احادیث اور مشکوک کے بارے شروحات حدیث کی تفصیلی فہرست اس کا بین ثبوت ہے۔ موضوع احادیث کے بارے میں لکھی گئی کتب میں رد زیادہ تر درایتی معیاروں پر ہی کیا گیا ہے۔

صحیح حدیث نبوی چونکہ دین ہے(۳۵) اس لیے محدثین نے شک و شبہ سے پاک احادیث امت تک پہنچانے کی غرض سے داخلی نقد کے علاوہ خارجی نقد کی غرض سے سند حدیث کے حوالے سے تنقید کا Scientific System قائم کیا' تاکہ بھرپور تیقن حاصل ہو۔

سند اور اس پر نقد کی ضرورت کا احساس بھی عقل محدثین کا ہی کمال ہے۔ کیونکہ ہر حدیث نبوی تو صحیح بات ہے لیکن ہر صحیح بات حدیث نبوی نہیں ہو سکی۔ اگر اس کا معیار مانا جاتا تو فزکس، کیمسٹری، ریاضی کے اصول و قوانین کے علاوہ دنیا کی ہزارہا صحیح باتیں حدیث ٹھہرتیں۔ اس لئے صحیح بات کے ساتھ بعض محدثین کے نزدیک سند کی شرط لازمی ٹھہرانا بھی عقل کا ہی تقاضا تھا۔

سند سے قطع نظر کرتے ہوئے صرف عقل کو ہی اگر معیار ٹھہرایا جاتا تو بہت سی موضوع احادیث عین عقل کے مطابق ہونے کے ناطے صحیح ٹھہر سکتی تھیں۔ لیکن محدثین نے ہر روایت کے راویوں کا جائزہ لینا بھی ضروری سمجھا اور جھوٹے لوگوں کی عقل کے مطابق، اسلام کی روح کی آئینہ دار اور بظاہر صحیح حدیث کو بھی راویوں کے کذب کی بناء پر موضوع و مردود ٹھہرایا۔ علم الاسناد کی عقلی ضرورت کا بروقت احساس اور اہمیت کا اندازہ کرتے ہوئے اس کی ایجاد و وضع اور زیر بحث لانے پر عظمت محدثین کا جس قدر اعتراف کیا جائے کم ہوگا(۳۶)۔

سند حدیث کا عام طور پر سراسر نقلی کاوش سمجھا جاتا ہے۔ حالانکہ صحیح حدیث کی شرائط کا عقل و خرد سے جائزہ لیا جائے تو محدثین کے ہاں عقل کے وسیع دخل پر حیرت ہوتی ہے۔ صحیح حدیث کی شرائط میں سے عدل وضبط کی پرکھ، تجربہ اور شہادت یعنی عقل و نقل پر مبنی ہے۔ اتصال سند کی شرط نقل کی متقاضی ہے عدم شذوذ کی شرط نقلی اور اجتہادی یعنی عقلی ہے۔ عدم علت کی شرط اجتہادی یعنی عقلی ہے۔ صرف ان شرائط کا ہی انتخاب بھی عقلی و اجتہادی اور یہ شرائط بھی عقلی واجتہادی ہیں۔ پھر بھی کہا جاتا ہے کہ محدثین کو عقل سے کیا واسطہ...... اللہ ایسی نام نہاد عقل کو عقل محدثین کا عشر عشیر ہی نصیب فرمائے تا کہ عقل کے نام پر بے عقلی کی باتیں نہ کی جائیں اور بعض احادیث کو عقل کے نام پر رد نہ کیا جائے۔ علم حدیث سے نابلد اور عقل سلیم کی نعمت سے محروم لوگ اکثر یہ مشغلہ اپناتے نظر آتے ہیں۔ ایسے نام نہاد اہل علم کو امام ابن خزیمہ (۳۱۱ھ / ۹۴۲ء) کا تیسری چوتھی، صدی سے چیلنج موجود ہے۔ کہ رسول اللہ ﷺ سے صحیح سند سے مروی لیکن باہم معارض کوئی سی دو احادیث نہیں جانتا ہوں۔ اگر کوئی شخص اسی دو احادیث جانتا ہو تو لائے۔ ان کے درمیان تالیف (تعارض دور) کرتا ہوں" (۳۷)۔

امام شافعی (۲۰۴ / ۱۰۱۵ء) کی "اختلاف الحدیث" ابن قتیبہ (۲۷۶ھ / ۸۸۹ء) کی "تاویل مختلف الحدیث" ابو جعفر طحاوی (۳۲۱ھ / ۹۳۳ء) کی "مشکل الاثار" اور ابو بکر محمد بن الحسن بن فورک (۲۰۶ھ / ۱۰۱۵ء) کی "مشکل الحدیث" اس فن پر عمدہ کتب ہیں۔ اور ایسے عقلیت زدہ سکالرز کی بھلائی کا وافر مواد رکھتی ہیں۔

کج عقلی کا شکار ہو کر احادیث کو رد کرنے کی بجائے صدیوں سے مسلمہ ارباب علم و فضل اور اہل عقل و خرد کی تسلیم کردہ روایات کو تسلیم کر لینا عقل کی بات ہے یا رد کرنا عقل کی بات ہے؟ عقل کے دعویداروں کو اس عقلی معیار پر بھی سوچنا چاہیے۔ شاید یہ عقلی معیار، عقل میں جگہ پا جائے تو رد حدیث کے فتنہ سے بچ جائیں۔

جچ کا اہتمام اور اس پر نقد یعنی خارجی نقد کا منظم سلسلہ سامنے لانے کے باوجود، حدیث کی پرکھ میں اس کی حیثیت اضافی تھی کیونکہ صرف متن کی پرکھ یعنی داخلی نقد کا معیار بھی حدیث کی جانچ پڑتال کے لئے کافی تھا۔ اسی لئے متن کی صحت اور سند کی صحت کو لازم و ملزوم نہیں ٹھرایا گیا۔ جیسا کہ "صحة الاسناد لا تقتضی صحة المتن" کا اصول محدثین کے ہاں مسلم ہے۔ علامہ صنعانی نے "توضیح الافکار" میں تفصیلی بحث کے بعد بیان کیا ہے کہ "والحاصل انه لا تلازم بین الاسناد والمتن اذقد یصح السند او یحسن لا ستجماع شرائطهما ولا یصح المتن لشذوذ او علة وقد لا یصح السند و یصح المتن من طریق اخری" (۳۸)

حاصل کلام یہ ہے کہ سند اور متن میں تلازم نہیں ہے۔ کبھی سند شرائط صحت کے اجتماع کی بناء

پر صحیح یا حسن ہو سکتی ہے۔ جبکہ متن علت و شذوذ کی بناء پر صحیح نہیں ہو سکتا۔ اور اسی طرح کبھی سند صحیح نہیں ہو سکتی لیکن متن دوسری روایت (دوسرے طریق) سے صحیح ہو سکتا ہے۔

امام ابن جوزی نے واضح اور دوٹوک انداز میں فیصلہ سنادیا ہے۔ ''قد یکون الاسناد کلہ ثقات ویکون الحدیث موضوعا'' (۳۹)

امام حاکم ایک حدیث کے رواۃ کے بارے لکھتے ہیں ''ھذا حدیث رواتہ آئمۃ ثقات'' لیکن طرق کی ساری بحث کے بعد لکھتے ہیں۔ فاذا الحدیث موضوع'' (۴۰)

مذکورہ بالا بحث سے محدثین کے ہاں داخلی نقد کی اہمیت نکھر کر سامنے آجاتی ہے۔ کہ وہ خارجی نقد کے ساتھ صحت حدیث کو مشروط نہیں ٹھہراتے۔ بلکہ یہ نقد تو بطور تائید و تاکید ساتھ رکھا ہے۔ امام بخاری، مسلم و دیگر محدثین کے ہاں بھی یہ اصول کارفرما ہے ان کا اپنی کتابوں میں مخالف متن کی حامل روایات کا نقل کرنا (۴۱) اسی قبیل سے نظر آتا ہے۔ دونوں روایتوں کی اسناد صحیح قرار دی جاتی ہیں لیکن ایک روایت کا متن قبول اور دوسری روایت شاذ، مقلوب المتن، مدرج، مضطرب اور معلل جیسی اصطلاحات کے ساتھ ضعیف قرار دے کر حدیث مردود کے زمرے میں داخل کر دی جاتی ہے حقیقت حال یہی ہے کہ دونوں سندیں صحیح ہونے پر بھی صرف ایک صحیح سند سے متن قبول اور دوسری سے مرجوح قرار دیا جاتا ہے۔ اب جس متن کو مرجوح قرار دیا جارہا ہے اس کی سند تو صحیح ہے۔ لیکن متن قبول نہیں یعنی سند صحیح ہونے کے باوجود متن ناقابل ہونا ایسے آئمہ المحدثین کے ہاں بھی موجود ہے۔ اگرچہ واضح الفاظ میں یہ درایتی انداز بیاں تسلیم نہیں کیا گیا ہے۔

دوسری طرف بعض ایسی تعلیقات بخاری ہیں، جن کا متن امام بخاری کے نزدیک صحیح ہے سند صحیح نہ ہونے کی وجہ سے صرف تعلیقاًذکر کر دیا ہے۔ اور کسی دوسرے مقام پر ان کو سنداً یا موصولاً ذکر نہیں کیا ہے۔ گویا متن حدیث سند صحیح کے بغیر بھی صحیح ہو سکتا ہے۔ اور سند کے بغیر متن کو یوں صحیح قرار دینا داخلی نقد کی بنیاد پر ممکن ہے۔

''فقہ البخاری فی تراجم ابوابہ'' پر تو سبھی کو فخر ہے۔ لیکن تعلیقات میں پائی جانے والی اس فکر کو کھلے دل سے تسلیم کرنے والے بھی کہیں پائے جاتے ہیں؟ کاش آج عام مسلمانوں کے ساتھ ساتھ اہل علم و فضل کو فراست و بصیرت بخاری حاصل ہو اور اس فکر کو بروئے کار لاتے ہوئے پھر سے کوئی امام بخاری سی خدمت حدیث سرانجام دے۔ جو کہ آج کے مسلمان کی دلی خواہش کے مطابق درایتی معیاروں پر احادیث کی صحت کو ثابت کر کے سامنے لائی جائے۔

محدثین کی طرح حدیث نبوی کی ضرورت و اہمیت کو محسوس کرنے والوں کا فریضہ ہے کہ محدثین کے ہاں سے اس فکر اور اصول کے معیاروں کو لے کر آگے بڑھیں اور دور حاضر کے حدیث نبوی

کے بارے میں عقلی شکوک و شبہات، اعتراضات اور الزامات کا سامنا کریں۔ اسنادی معیار کے ساتھ درایتی معیار پر دور حاضر کے مسائل کے حل کی غرض سے قایم کردہ عنوانات کے تحت تیار کردہ احادیث کے مجوعے لوگوں تک پہنچائیں۔ تاکہ وہ پیدا شدہ عقلی و فکری الجھنوں سے نجات پاکر حدیث نبوی کو انشراح صدر سے قبول کر پائیں۔

اس سے محدثین کرام کی اسناد کے حوالے سے کردہ ناقابل تردید کوششوں کا انکار یا بعض مخصوص لوگوں کی طرح تنقیص مطلوب نہیں اس کے بر عکس درایتی پہلو پر ان کی کوششوں کا اعتراف و اقرار اور انہیں مزید اجاگر کرنا مقصود ہے نیز محمد الصباغ کے الفاظ میں یہ ان لوگوں پر زبردست رد ہے جو یہ دعوی کرتے ہیں کہ محدثین عظام کو نقد متن کی ذرا خبر نہ تھی'' وانها لابلغ ردعلى اولئك الذين يدعون ان علمأ الحديث لم يعرفوا نقد المتن ابدا'' (۴۲)

مزید بر آں ایسے معیاروں پر تنقید حدیث کی بات سنتے ہی اسے انکار حدیث پر محمول نہ کیا جائے۔ بلکہ لوگوں کو علمی، فکری اور تاریخی طور پر آگاہ کیا جائے کہ محدثین نے اس پہلو کو قطعاً نظر انداز نہیں کیا تھا اس کی ضرورت واہمیت کی بنا ء پر اسے اولیت دی تھی۔ آج جو درایتی معیاروں اور داخلی نقد کے بہانے انکار حدیث اور تنقیص محدثین کی راہ اختیار کی جاتی ہے۔ یہ تاریخی بے خبری اور حدیث نبوی سے دوری کی بنا ء پر ہے۔ حقیقت اس کے بالکل بر عکس ہے کیونکہ صدیوں بیشتر محدثین کے ہاں سب کچھ موجود ہے'' (۴۳) آج کے مجددین اور منکرین حدیث کے باوآدم گولڈزیہر (۴۴) اور پھر کچھ اس کے اُگلے ہوئے نوالے کو چبانے والے ناستون وایت (۴۵) گلیوم (۴۶)، احمد امین مصری (۴۷) اور بر صغیر میں ان کے پیروکاروں کی یہ نئی علمی دریافت نہیں ہے اس حقیقت سے بھی آگاہ رہنا چاہیے کہ آج درایتی معیاروں کے حوالے سے جن صحیح احادیث کو رد کیا جاتا ہے محدثین کرام ان میں سے ہر حدیث کی الگ سے درایتی معیاروں پر قابل قبول تشریح و توضیح کر چکے ہیں۔ اور یہ ایک بھی ایسی متنازعہ حدیث نہیں ہے جس کی عقلی معیاروں پر قبولیت کا سامان تشریحات محدثین میں نہ پایا جاتا ہو۔ تحصیل علم حدیث اور مطالعہ کتب اسلاف کی بجائے علمی رسوخ اور عقلی فراست کی کمی کا ازالہ انکار و فرار کی آسان راہ میں تلاش کرنا، شعار ایمانی یا شیوہ مردانگی نہیں ہے۔

محدثین کے ہاں داخلی نقد اور درایتی ملکہ کے تاریخی ثبوت سے ہر کس و ناکس کے لئے اس مہارت کی راہ نکالنا۔ گنجائش پیدا کرنا طفلانہ ذہنیت یا بچگانہ سوچ ہوگی ہر فن میں ماہر ہی متعلقہ مہارت کا اہل ہوتا ہے۔ اسی طرح حدیث نبوی کی جانچ پڑتال اور پرکھ کے لئے درایتی بصیرت بھی حدیث نبوی سے گہری واقفیت اور انتہائی شغف والے کا نصیب ہے۔ جیساکہ ڈاکٹر لقمان سلفی ہے۔

''ولكن هذه المكانة العظمى لم يكن اهلا لها كل من تطفل على

مائدة الحدیث ولا یسلم قول کل من هب ودب' لان هذا الدرب خطیر والامر جسیم' فلا یمسح لکل مدع ان ینتقد الاحادیث ویصدع اشارات الوضع علی احادیث من دون ان یخالط هذا الفن لحمه ودمه''(۴۸)

اس عقلی مہارت اور درایتی بصیرت کے حصول پر حدیث أبی اسید الساعدی سے گنجائش ملتی ہے۔ ''قال علیه الصلاة والسلام: اذا سمعتم الحدیث تعرفه قلوبکم و تلین له اشعارکم و ابشارکم وترون انه منکم قریب فانا اولاکم به' واذا سمعتم الحدیث عنی تنکره قلوبکم و تنفرمنهاشعارکم' وابشارکم وترون انه منکم بعید' فانا ابعدکم منه''(۴۹)

اور اسی مناسبت سے ایک اور حدیث ہے'' ما حدثتم منی مما تنکرونه فلا تاخذوابه فانی لااقول المنکر ولست من اهله''(۵۰)

تاہم اس ملکہ کے حصول کے بعد حدیث کی فوری پہچان ممکن ہے' جیسا کہ امام بن قیم بطریق اویس قرنی دعائیہ کلمات نقل کرنے کے بعد مختلف طرق بیان کرتے ہیں اور آخر میں یوں رقم طراز ہیں'' وهذا امثاله' مما لا یرتاب من له ادنی معرفة بالرسول ﷺ وکلامه انه موضوع مختلق وافک مفری علیه''(۵۱) کیونکہ ان کے بقول ''الاحادیث موضوعة علیه ظلمة و رکاکة و مجازفات باردة تنادی علی وضعها و اختلاقها علی رسول الله ﷺ''(۵۲)

''اصول منهج النقد'' کے مصنف کے نزدیک ''لان الحدیث النبی ﷺ اشراقا و نورا فکل کلام خرج من جودة الفصاحة و بلاغة المعنی و جزالة اللفظ و حسن البیان فلیس من مقولة علیه السلام'' (۵۳)

ابن جوزی کی عقلی و درایتی پہچان کے حوالے سے سب سے خوبصورت' مبنی بر حقیقت اور جامع بات دہراتے ہوئے تحقیق ھذا کو سمیٹا جارہا ہے کہ ہر وہ حدیث جو عقل سلیم کو منافی اور اصول دینیہ کے متناقض نظر آئے جان لیں کہ یہ من گھڑت ہے۔ اور اس پر اعتبار کرنے کا تکلف بھی نہ کریں۔

'' فکل حدیث رأیته یخالف المعقول او ینافض للاصول فاعلم انه موضوع فلا تتکلف اعتباره'' (۵۴)

حوالہ جات

(۱) محمد تقی امینی 'حدیث کا درایتی معیار' (قدیمی کتب خانہ، کراچی '۱۹۸۶ء) 'ص ۱۷۸

(۲) وجادۃ سے مراد کسی محدث کی قلمبند روایات کو نقل یا بیان کرنا ہے۔

(۳) امام صغانی 'موضوعات الصغانی' (دمشق '۱۴۰۵ھ / ۱۹۸۵ء) تحقیق و تخریج : نجم عبد الرحمٰن خلف) 'ص ۲۴۔

(۴) امام ابن قیم المنار المنیف' (حلب ۱۳۹۰ھ / ۱۹۷۰) تحقیق و تخریج : عبد الفتاح ابو غدۃ)۔

(۵) امام صغانی 'موضوعات صغانی 'ص '۲۸، ۳۹، ۷۰، ۷۱.....

(۶) امام ابن جوزی 'موضوعات (۱۔۳)' (مکتبۃ السلفیہ 'المدینہ المنورۃ' ۱۳۸۶ھ / ۱۹۶۶ء' تقدیم و تحقیق : عبد الرحمٰن محمد عثمان)

(۷) ابو عبد اللہ الحسین بن ابراہیم الجوزقانی 'کتاب الاباطیل والمناکیر والصحاح والمشاہیر' (بنارس' ۱۴۰۳ھ / ۱۹۸۳ء) تحقیق : ڈاکٹر عبد الرحمٰن عبد الجبار افریوائی)

(۸) اعظمی 'ڈاکٹر محمد مصطفیٰ منہج النقد عند المحدثین' (السعودیہ '۱۴۱۰ھ / ۱۹۹۰ء) ص ۷۔

(۹) امام حاکم۔ معرفۃ علوم الحدیث' (مدینہ منورہ' ۱۳۹۷ھ / ۱۹۷۷ء) تحقیق ڈاکٹر سید معظم حسین)' ص ۶۲

(۱۰) خطیب بغدادی 'کتاب الکفایہ فی علم الروایۃ (دار الکتب العلمیۃ بیروت' ۱۴۰۹ھ / ۱۹۸۸ء) ص ۴۳۶

(۱۱) خطیب بغدادی' تاریخ بغداد' (المکتبۃ السلفیہ' ؟) ج ۱۴' ص ۶۳۔

(۱۲) ابن عساکر' تاریخ دمشق (فوٹو کاپی)' ج ۴' ص ۴۶۸

(۱۳) ابن جوزی 'کتاب الموضوعات' ج ۱' ص ۱۰۶

(۱۴) ابن جوزی 'کتاب الموضوعات' ج ۱' ص ۱۰۳

(۱۵) ابن الصلاح' ابو عمرو عثمان بن عبد الرحمٰن مقدمہ ابن الصلاح' (فاروقی کتب خانہ ملتان' ؟)' ص ۴۷

(۱۶) تقی الدین بن دقیق العید' الاقتراح فی بیان الاصطلاح وما اضیف الی ذالک من الاحادیث المعدودۃ من الصحاح' (مطبعۃ الارشاد' بغداد ۱۴۰۲ھ / ۱۹۸۶ء)' دراسۃ و تحقیق : قحطان عبد الرحمٰن الدوری) ص ۲۳۱۔۲۳۲

(۱۷) الذہبی، ابو عبداللہ محمد بن احمد بن عثمان، میزان اعتدال فی نقد الرجال، (دار احیاء الکتب العربیہ، ۱۳۸۲ھ / ۱۹۶۳ء)، ج ۲، ص ۲۱۳

(۱۸) الذہبی، میزان.....، ج ۱، ص ۱۲۶

(۱۹) ابن قیم، المنار المنیف، ص ۴۴

(۲۰) ابن قیم، زاد المعاد، (المطبعة العربیۃ، ؟)، ج ۳، ص ۱۵۴

(۲۱) ابن قیم، روضۃ المحبین ونزھۃ المشاقین، (دار الکتاب العربی بیروت، ۱۴۰۷ھ / ۱۹۸۷ء) تحقیق و تعلیق: الدکتور سید الجمیلی)، ص ۱۹۳، ۱۹۴

(۲۲) ابن الملقن، سراج الدین عمر بن علی بن احمد الانصاری، المقنع فی علوم الحدیث، (دار فواز للنشر المملکۃ العربیۃ السعودیۃ، الاحساء، ۱۴۱۳ھ / ۱۹۹۲ء، تحقیق ودراستہ: عبداللہ بن یوسف الجدیع)، ج ۱، ص ۲۳۹

(۲۳) البلقینی ـ عمر بن ارسلان بن نصیر بن صالح الکنانی، محاسن الاصطلاح مع مقدمۃ ابن الصلاح، (مطبعۃ دار الکتب، ۱۹۷۴ء توثیق و تحقیق: د. عائشہ عبدالرحمٰن (بنت الشاطی))، ص ۲۱۵۔

(۲۴) ابو الحسن علی بن الحسین بن عروۃ المشرقی ثم الدمشقی الحنبلی (۸۳۷ھ / ۱۴۳۳ء) کے بارے دیکھیے: شمس الدین محمد بن عبدالرحمٰن السخاوی، الضوء اللامع لاھل القرن التاسع، (دار مکتبۃ الحیاۃ بیروت، ؟) ج ۵، ص ۲۱۴ ـ ۲۱۵ (نمبر ۷۲۱): خیر الدین الزرکلی، الاعلام، (دار العلم للملایین بیروت، ۱۹۷۹ء) ص ۲۸۱: ایضاح المکنون میں تاریخ وفات ۱۱۱۲ھ درج ہے جو کہ غلط ہے۔

(۲۵) الکواکب الدراری فی ترتیب مسند الامام احمد علی ابواب البخاری، دیکھیے: اسماعیل پاشا بغدادی، ایضاح المکنون فی الذیل علی کشف الظنون عن اسامی الکتب والفنون، (مکتبہ المثنی بغداد، ؟) ج ۲، ص ۳۹۰

(۲۶)۔ قاسمی، محمد جمال الدین، قواعد التحدیث من فنون مصطلح الحدیث، (دار الکتب العلمی بیروت، ۱۳۹۹ھ / ۱۹۷۹ء، الطبعۃ الاولی) ص ۱۶۵

(۲۷) السخاوی، شمس الدین محمد بن عبدالرحمٰن، فتح المغیث شرح الفیۃ الحدیث، (دار الکتب العلمیہ بیروت، ۱۴۰۳ھ / ۱۹۸۳ء) ج ۱، ص ۲۸۶

(۲۸) امام سیوطی، تدریب الراوی، (دار نشر الکتب الاسلامیہ لاہور، ؟) ج ۱، ص ۱۴۸

(۲۹) ابن عراق، ابو الحسن علی بن محمد الکنانی، تنزیہ الشریعۃ المرفوعہ عن الاحادیث الشنیعۃ

الموضوعۃ' (دارالکتب العلمیہ بیروت' ۱۴۰۱ھ / ۱۹۸۱ء) ج ۱' ص ۷

(۳۰) ابوالحسنات محمد عبدالحی اللکھنوی' ظفر الامانی فی مختصر الجرجانی' (الجامعۃ الاسلامیۃ اعظم گڑھ' ۱۴۱۶ھ / ۱۹۹۵ء حققہ وخرج نصوصہ وعلق علیہ: الدکتور تقی الدین الندوی) ص ۴۲۴

(۳۱) قاسمی۔ قواعد التحدیث' ص ۱۶۷

(۲۳) قاسمی، قواعد التحدیث' ص ۱۶۸

(۳۳) ابو حفص عمر بن بدر الموصلی' المغنی عن الحفظ والکتابۃ' (قاہرہ' ۱۳۴۲ھ) ص ۱۰' مقدمہ از محمد خضر تونسی

(۳۴) The Oxford Encyclopedia of the Modern Islamic World (U.S.A., 1995) Vol.2 p.86'

(۳۵) ''إن هذا الحديث دين'' محمد بن سیرین کے اس قول کے لئے دیکھیے: خلدون الاحدب' اسباب اختلاف المحدثین۔ (الدار السعودیہ جدہ' ۱۴۰۷ھ / ۱۹۸۷ء) ج ۱' ص ۴۳

(۳۶) عبدالفتاح ابو غدۃ کی ''الاسناد من الدین'' کا تفصیلی مطالعہ اس موضوع پر باعث اطمینان رہے گا

(۳۷) ابن قتیبہ' تاویل مختلف الحدیث' (انقرہ' ۱۹۸۹ء) ص ۲۵ (ترکی ترجمہ)

(۳۸) الصنعانی' محمد بن اسماعیل الامیر' توضیح الافکار' (دار الاحیاء التراث العربی بیروت' [illegible]۶۶ھ)، ج ۱' ص ۲۳۴: مزید دیکھیے: الدکتور سفر عزم اللہ' مقاییس نقد متون السنۃ' (الریاض ۱۴۰۴ھ / ۱۹۸۴ء)' ص ۲۴۷-۲۵۲

(۳۹) ابن جوزی' موضوعات' ج ۱' ص ۹۹

(۴۰) امام حاکم' علوم الحدیث (مدینہ منورہ' ۱۳۹۷ھ / ۱۹۷۷ء) ص ۱۱۹-۱۲۰

(۴۱) صحیح بخاری' كتاب البيوع باب شراء الدواب والحمير (...باوقية)' كتاب الشروط باب اذا شترط البائع (...بوقية)، صحيح مسلم، كتاب الحج باب' استحباب دخول الكعبة للحجاج وغيره' والصلاة فيها والدعاء فی نواحيها كلها (...ثم صلى)' (...فدعا ولم يصل)' صحيح مسلم' كتاب الجهاد والسير باب المبادرة بالغرور.... (...ان لا يصلين احد الظهر الا فی بنی قريظة....)' صحيح البخاری' كتاب المغازی' باب رجوع النبی من الاحزاب... (...العصر...)

(۴۲) ملا علی قاری' الموضوعات الکبری' (المکتبۃ الاثریہ' سانگلہ ہل' ؟) ص ۱۱ مقدمہ از محمد الصباغ

(۴۳) الدکتور فاروقی حمادہ 'المنہج الاسلامی فی الجرح ولتعدیل' (لرباط '۱۴۰۹ھ / ۱۹۸۹ء)، ص ۳۸۰ : الدکتور نور الدین عتر 'منہج النقد فی علوم الحدیث' (دار الفکر '؟) ص ۴۴۲
(۴۴) گولڈ زیہر کی زہریلی سوچ اور تحقیقی کوتاہی کے لئے دیکھیے : الدکتور محمد طاہر الجوابی۔ جھود المحدثین فی نقد متن الحدیث النبوی الشریف' (تونس '۱۹۹۱ء) ص ۴۵۰۔۴۵۳
(۴۵) الدکتور محمد عجاج الخطیب 'السنۃ قبل التدوین' (دار الفکر بیروت '۱۴۱۴ھ / ۱۹۹۳ء) ص ۲۵۴۔۲۵۵
(۴۶) Alfred Guilaunm, The Tradition of Islam,(Oxford 1924) p.80 الدکتور شرف الدین علی الراجحی 'مصطلح الحدیث واثرہ علی الدرس اللغوی عند العرب' (دار النہضۃ العربیہ بیروت '۱۹۸۳ء) ص ۱۸۸
(۴۷) الجوابی 'جھود المحدثین۔۔۔ 'ص ۴۵۱۔۴۵۴ 'مرتب : سید صباح الدین عبدالرحمٰن 'اسلام اور مستشرقین' (دار المصنفین اعظم گڑھ '۱۴۰۶ھ / ۱۹۸۶ء) ج ۲ ص ۲۵۲۔۲۶۱ (مقالہ : علم حدیث اور مستشرقین از ڈاکٹر تقی الدین الندوی)
(۴۸) الدکتور محمد لقمان السلفی 'اہتمام المحدثین بنقد الحدیث سندا ومتنا' (الریاض '۱۴۰۷ھ / ۱۹۸۷ء)' ص ۳۹۴
(۴۹) مسند احمد 'ج ۳ ص ۴۹۷ عن ابی السید الساعدی : علامہ البانی سلسلۃ احادیث الصحیحۃ 'ج ۲ ص ۳۶۹۔۳۷۰
(۵۰) ابن عراق 'تنزیہ الشریعۃ' ص ۷
(۵۱) ابن قیم 'المنار المنیف' ص ۴۵
(۵۲) ابن قیم 'المنار المنیف' ص ۵۰
(۵۳) عصام احمد البشیر 'اصول منہج النقد عند اہل الحدیث (بیروت '۱۴۱۲ھ / ۱۹۹۲ء) ص ۹۷
(۵۴) ابن جوزی 'کتاب الموضوعات' ج ۱ ص ۱۰۶